امام احمد رضا

کا

اسلوب تحقیق و تحریر

الحاج صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

چیئرمین ادارہ تحقیقات رضا انٹرنیشنل کراچی

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

سلسلہ کتب 226

نام کتاب: .... امام احمد رضا کا اسلوب تحقیق وتحریر

مصنف: .... صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری مدظلہ

نشان منزل: .... محمد منشا تابش قصوری

تصحیح: .... حافظ محمد مسعود اشرف قصوری

باراول: .... محرم الحرام ۱۴۲۶ھ/فروری ۲۰۰۵ء

ناشر: .... رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

ہدیہ: .... دعائے خیر بحق معاونین رضا اکیڈمی

مطبع: .... احمد سجاد آرٹ پریس، لاہور فون 7357159

نوٹ

بیرون جات کے حضرات بیس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ)

محبوب روڈ۔ رضا چوک۔ مسجد رضا۔ چاہ میراں فون: 7650440

لاہور نمبر ۳۹

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نشان منزل

”رنگ کرامت“

محمد منشا تابش قصوری

اس جہان رنگ وبو میں بڑی بڑی مقتدر ہستیاں جلوہ افروز ہوئیں اور چلی گئیں، ان کے نام اور کام بھی ساتھ ہی رخصت ہو گئے مگر ایک عظیم الشان اور عدیم النظیر شخصیت سے جب یہ جہاں مُستنیر ہوا تو اس نے جانے والوں کو بھی حیات نو بخش دی، اس ذاتِ اقدس نے دنیائے عالم کو ایک ایسی سچی اور سچی تاریخی کتاب مرحمت فرمائی جسے ”قرآن مجید“ کے نام سے متعارف کرایا۔ قرآن مجید کو جس جس پہلو سے دیکھا جائے انوار و تجلیات بکھیرتا نظر آتا ہے۔ اس زندہ وجاوید کتاب نے بڑے بڑوں کو زندگی عطا فرما دی۔ یہ ایک دائمی اور ہمیشہ اپنی اصلی اور حقیقی صورت میں قائم رہنے والی کتاب ہے۔ اس میں ابتدائے آفرینش سے تا قیام قیامت ظہور پذیر ہونے والے ہر علم کا بیان ہے، ازل سے ابد تک کے راز یہ کتاب پورے جمال وجلال اور کمال سے منکشف کرتی رہے گی۔ اسے اگر سچی تاریخ کہا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس نے ماضی کی تاریخ کو عیاں کیا۔ حال کو درست اور صحت مند رکھنے کے لئے رہنما اصول عطا فرمائے۔ نیز مستقبل کو تابناک بنانے اور آخرت میں کامیابی و کامرانی سے سرفراز ہونے کے فارمولے واضح کیے۔ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی تبلیغی کاوشوں سے آگاہ کیا۔ ابتلاء و آزمائش سے دوچار کرنے والے ظالم ترین حکمرانوں کے ظالمانہ اور قبیح کارروائیوں کا پردہ چاک کیا، صبر واستقامت، تحمل وحلم کو زینت بخشنے والوں کے کارنامے اجاگر کیے۔ الغرض انسانیت کو بنانے اور برباد کرنے والوں کی اچھی اور بری حرکات کو طشت ازبام کیا۔ ماضی کے کسی مؤرخ، کسی مؤلف ومصنف کی کتاب اس رنگ میں سامنے نہ آئی جیسے کتاب مبین ہے۔

سید عالم، محسن اعظم، معلم کائنات، فخر موجودات، خلاصہ شش جہات حضور پرنور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے تاریخ نے شکر ادا کیا کہ اسے زندگی نصیب ہوئی۔

یہی وجہ ہے کہ تاریخ جس ہستی مقدس پر سب سے زیادہ نازاں ہے یقین کیجئے وہ آمنہ کے لال حبیب رب ذوالجلال، صاحب جمال وکمال جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذات ستودہ صفات ہے، جن کے ایک ایک وصف پر ہزاروں کتابیں دنیا بھر کی جدید وقدیم زبانوں میں لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں۔ دنیا میں کوئی بھی ایسا انسان پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی ہو سکتا ہے جس پر آپ سے زیادہ کیا بلکہ آپ کے بالمقابل ایک ذرہ برابر بھی لکھا جا سکے۔ یہ یوں ہی تو کسی نے نہیں کہہ دیا تھا۔

تیرا آنا تھا کہ اصنام حرم ٹوٹ گئے
تیرے رعب سے شہ زوروں کے دم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا
ہو گئیں زندگیاں ختم قلم ٹوٹ گئے

بقولے سعدی علیہ الرحمۃ:

دفتر تمام گشت بہ پایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

آپ کی ذات تو ورائ الوریٰ ہے۔ آپ کے قدموں میں بیٹھنے والوں پر اتنی کتابیں منصہ شہود میں آئیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ تاریخ نے واضح کیا ہے کہ سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جن غلاموں پر لکھا گیا ان میں چند ایک کے اسمائے گرامی ملاحظہ فرمایئے:

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت سیدنا عمر ابن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ بن نعمان رضی اللہ عنہ
حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم رضی اللہ عنہ

اور پھر ہمارے زمانے میں ''امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ پر لکھا جا رہا ہے۔ جس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی، ان کی فقاہت، ان کی فصاحت، ان کی بلاغت، ان کی طریقت، ان کی روحانیت، ان کی علمیت، ان کی مناظرانہ گرفت، ان کی عزیمت اور پھر سب سے بڑھ کر شریعت اسلامیہ پر عملیت نیز حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی محبت ومؤدت تو ان کے عشق کی غذا ہے، بطور شکرانہ از خود گنگناتے ہیں ۔

ملکِ سخن کی شاہی تجھ کو رضا مسلّم

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

وہ ذاتِ کریم جن کی ملک سخن پر شاہی مسلم ہو چکی، اس کی بات ہی کیا، میں تو کہتا ہوں جس جس صاحب علم وقلم نے انہیں اپنے قلم کی زینت بنایا وہ بھی آسمان شہرت کی بلندیوں کو چھو رہا ہے، وہ ادارہ، وہ اکیڈمی، وہ انجمن، وہ بزم، وہ مدرسہ، وہ دار العلوم مقبول سے مقبول تر ہوا اور ہو رہا ہے۔ پاک وہند میں جتنے ادارے آپ کی نسبت سے موسوم ہیں ان کا اپنا ہی مقام ہے راقم ان سے صرف نظر کرتے ہوئے چندان قلمکاروں کے نام قارئین کی نذر کرتا ہے جنہوں نے امام احمد رضا کی ذات کو اپنا موضوع بنایا اور وہ اب مقبولیت عامہ وخاصہ حاصل کر چکے ہیں، ذرا دیکھئے تو سہی، یہ ہیں وہ شہرۂ آفاق اور نامور اہل قلم جو رضا کی نسبت سے اہل سنت کی شان اور پہچان بن چکے ہیں۔

1- ملک العلماء علامہ ظفر الدین احمد بہاری علیہ الرحمۃ پٹنہ (انڈیا)
2- خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ الٰہ آباد (انڈیا)
3- بدر ملت حضرت مولانا بدر الدین احمد قادری علیہ الرحمۃ (انڈیا)
4- حضرت علامہ مولانا محمد صابر القادری نسیم بستوی رحمۃ اللہ تعالیٰ (انڈیا)
5- مفتی پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ (لاہور)
6- مسعود ملت حضرت الحاج ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری نقشبندی دامت برکاتہم (کراچی)
7- شرف ملت حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ (لاہور)

8- حضرت مولانا علامہ محمد احمد صاحب مصباحی بھیروی مبارک پور الٰہ آباد (انڈیا)
9- حضرت مولانا علامہ محمد عبد المبین نعمانی چریا کوٹ (انڈیا)
10- علامہ اقبال احمد نوری بریلی شریف (انڈیا)
11- حضرت الحاج محمد مقبول احمد ضیائی قادری (لاہور)
12- حضرت الحاج محمد سعید نوری ممبئی (انڈیا)
13- مبلغ اسلام علامہ بدر القادری (ہالینڈ)
14- حضرت الحاج صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری (کراچی)
15- علامہ اقبال احمد فاروقی (لاہور)
16- راقم الحروف محمد منشا تابش قصوری مریدکے (لاہور)
17- مولانا سید صابر حسین بخاری (ب)
18- حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی (لاہور)
19- حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی سعیدی (لاہور)
20- نائب مفتی اعظم مولانا محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی (لاہور)
21- رئیس التحریر حضرت علامہ مولانا محمد ارشد القادری (انڈیا)

پاک وہند کے یہ وہ اہل قلم ہے جنہوں نے اپنی بساط کے مطابق امام احمد رضا پر لکھنے کی طرح ڈالی۔ آج ان کا نام بھی دنیا بھر میں گونج رہا ہے۔ اسے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی کرامت نہ کہیں تو پھر کون سا اور نام دیا جا سکتا ہے۔ بناءً علیہ جب راقم نے پیش نظر نہایت دقیع، فصاحت وبلاغتِ امام کی توضیع وتشریح پر مبنی رسالہ پر نشان منزل لکھنے کی طرف متوجہ ہوا تو مذکورہ بالا عنوان ''رنگ کرامت'' بے ساختہ قلم کی زبان پر جاری ہو گیا لہٰذا اتنی طوالت کے بعد حضرت علامہ مولانا الحاج صاحبزادہ پیر سید وجاہت رسول قادری دامت برکاتہم العالیہ کی اس نئی اور نرالی کاوش پر اظہار خیال کرنے کی بجائے نقد وتبصرہ قارئین پر چھوڑتا ہوں۔ تاہم وثوق سے کہتا ہوں کہ حضرت صاحبزادہ مدظلہ بھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی کرامت کا ایک

نہایت حسین اور خوبصورت رنگ ہے۔ بس دیکھتے رہیے۔ ساتھ ہی ساتھ جیسے حکیم اہل سنت حضرت الحاج حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت پر کوئی کتاب نہ لکھنے کے باوجود شہرت و مقبولیت محض ''مجلس رضا'' کی سرپرستی اور بانی ہونے کے باعث حاصل کی، بعینہٖ آج ویسی ہی مقبولیت حضرت الحاج مکرم جناب محمد مقبول احمد قادری ضیائی مدظلہٗ کو نصیب ہے کہ جگہ جگہ محافل نعت اور یوم رضا کی صدارت فرماتے نظر آتے ہیں حالانکہ موصوف نے سوائے ایک کتاب کے قلم کو ہاتھ نہ لگایا مگر رضا اکیڈمی کی بنیاد رکھ کر ''مجلس رضا'' کو زندہ رکھنے میں ایسا تاریخی کارنامہ سرانجام دیا کہ آج اپنے نام کی طرح اپنے اشاعتی کام کے باعث بھی مقبول ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امام احمد رضا پر کام کرنے والے ہر ادارے، ہر صاحب قلم اور ہر سرپرست کو اپنی نعمتوں سے مالا مال فرمائے خصوصاً رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی، رضا اکیڈمی لاہور، رضا اکیڈمی ممبئی۔

زیادہ کیا عرض کروں قارئین کرام سے دعا کی درخواست ہے۔ مولیٰ تعالیٰ تمام سنی اہل قلم کو اپنی برکات سے نوازتا رہے۔

فقط:

محمد منشا تابش قصوری

مریدکے، لاہور

یکم جنوری ۲۰۰۵

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام احمد رضا کا اسلوبِ تحقیق و تحریر

سید وجاہت رسول قادری

اَلْحَمْدُ لِلْمُتَوَحِّدِ بِجَلَالِهِ الْمُتَفَرِّدِ
وَصَلَاتُهُ دَوْمًا عَلَى خَيْرِ الْأَنَامِ مُحَمَّدٍ

علم کا لغوی معنی ہے ''حقیقتِ شے کا ادراک'' (۱)۔ اسی طرح عالم کے اجمالی معنی ہوا، ''موصوف بالعلم ہونا'' (۲)۔ لیکن اگر اس کے تفصیلی معنی کیئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ:

''علم پر عمل پیرا ہو کر اس کی تبلیغ و ابلاغ کرنے والے''

اسلام کی سب سے پہلی وحی:

إِقْرَاء بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ (۳)

علم کی فضیلت پر دال ہے ''إقراء'' کا مطالبہ اس لئے ہوا کہ تحریر و کتابت کی اہمیت دنیا پر روشن ہو جائے اور علم کو سینوں سے نکال کر کتابوں کی امانت میں دینے کی راہ کھل جائے۔ ذرا آیت کریمہ کی ترتیب جمیل ملاحظہ ہو ''نعمتِ تخلیق'' عام ہے جس میں تمام انسان اور تمام

مخلوق برابر کے شریک ہیں اس لیئے اس نعمت کو محض رب کی طرف منسوب کیا گیا، لیکن اس کے بعد ہی کلمۂ خطاب ''اقراء'' کو دہرا کر ''نعمتِ علم'' کو نہ ''رب'' کی طرف منسوب کیا گیا نہ ''رب کریم'' کی طرف بلکہ ''رب الاکرم'' سے اسے نسبت دی تا کہ معلوم ہو جائے کہ ''علمِ حقیقی'' کی نعمت وہ نعمت ہے جو از حد کرم والے پروردگار کا کرم ہے، اس لئے یہ سب سے بڑا کرم ہے، یعنی وہی فضل و اکرام والا ہے جو صاحبِ علم و تقویٰ ہے۔ اسی بنیاد پر معلّمِ کائنات، اَعْلَمِ ہر دوسرا ﷺ نے ''اَلْعِلْمُ نُوْرٌ'' فرمایا۔ یعنی جو شے اس نور کے دائرے میں آ گئی وہ منکشف ہو گئی اور جس سے یہ مرتسم ہو گیا اس کی صورت ہمارے ذہن میں مرتسم ہو گئی۔ (۴)

سید عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے روشن ہوئے، ان سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ان سے تابعین اور تبع تابعین اور ان سے ہمارے ائمہ کرام درجہ بدرجہ یہاں تک کہ عبدِ مصطفےٰ احمد رضا ان سے روشن ہوئے۔ قرآنِ حکیم ہمارے علم و دانش کی بنیاد ہے۔ اگر ایک طرف علمِ حقیقی و نافع کی بڑی فضیلت ہے تو دوسری طرف اس کے حامل کا بھی بڑا رتبہ اور قدر و منزلت ہے۔

تحقیق اور علم کا چولی دامن کا ساتھ ہے، اس کی اصل ''حق'' ہے (ثابت ہونا) اسی سے تحقق ہے یعنی کسی خبر کا پایۂ ثبوت تک پہنچنا ''حَقَّقَ الْقَوْلَ اَوِالظَّنَّ'' کسی قول یا گمان کی تصدیق کے لیئے بولا جاتا ہے (۵)۔ گویا تحقیق نام ہے مجتہدانہ بصیرت کے ساتھ حقیقت یا سچائی کی دریافت، تصدیق یا انکشاف کا، اسے احقاقِ حق بھی کہتے ہیں۔ اس کی اصل باری تعالیٰ کے ارشادِ گرامی میں ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ (۶)

''وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن کہ اسے ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے''

اہل علم و تحقیق سچائی کے امین، متقی اور امانت دار ہوتے ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ (۷)

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو''

پھر ایک اور جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (۸)

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو''

مخبرِ صادق سیدِ عالم ﷺ نے بلا تحقیق و تصدیق کوئی بات دوسروں تک پہنچانے کو سخت ناپسند فرمایا ہے:

عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفی بالمر کذبا ان یحدث بکل ماسمع'' (۹)

''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیئے یہی کافی ہے کہ وہ بات کی تحقیق کیئے بغیر دوسروں تک پہنچا دے''

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ''علم'' ''رب اکرم کی عظیم نعمت اور ''فوق ذی کل علم علیم'' اَعْلَمِ عالَم سیّدِ عالم ﷺ کا ورثہ ہے اور تحقیق اسی علم کے ابلاغ کی ایک سنجیدہ کاوش اور انفس و آفاق کو نورِ حقیقت و معرفت سے منور کرنے کی ایک صالح کوشش۔

اس تمہید سے بتانا یہ مقصود ہے کہ محقق کا صاحبِ علم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ نظر اور صاحبِ تقویٰ ہونا بھی ضروری ہے۔ ماضی قریب میں برصغیر پاک و ہند میں ایسی ہی صاحبِ علم و نظر، محقق اور با کرامت و باصلاحیت ہستی امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) قدس سرہ العزیز کی رہی ہے۔ فاضل بریلوی کو ان کے عشقِ صادق کے طفیل بارگاہِ الٰہی سے ''دانشِ نورانی'' کی دولت سے نوازا گیا۔ تبحرِ علمی، استحضارِ علمی، زود نویسی، قوتِ حافظہ اور اسلوبِ تحریر و تحقیق میں وہ اپنے تمام ہمعصروں سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ علامہ ابن عبد البر اندلسی علیہ الرحمہ کا یہ قول کہ:

”جید عالم وہ ہے جو اپنی بہترین مسموعات لکھتا ہے، اپنی بہترین مکتوبات حفظ کرتا ہے اور اپنی بہترین محفوظات روایت کرتا ہے“ (۱۰)

دورِ جدید میں امام احمد رضا کی شخصیت پر حرف بحرف صادق آتا ہے۔

حسنِ بیان و زبان، سلاست و روانی، فصاحت و بلاغت، زبان کی شستگی و شگفتگی، الفاظ و محاورات اور روزمرہ کے استعمال پر کامل دسترس معلومات کی فراوانی، نکتہ آفرینی، ژرف نگاہی، تجزیہ نگاری، علم و حکمت کے تمام موجود وسائل کا استعمال اور ان سے برتنے کا سلیقہ، نفسِ موضوع سے متعلق تمام علوم و فنون سے نہ صرف آگاہی بلکہ ان پر اور ان کی فروعات پر بھی کامل دسترس، دلائل و براہین کا نظم و ضبط، اصل مآخذ و مراجع سے براہِ راست استفادہ، قولِ فیصل صادق کرنے کی صلاحیت وغیرہ، یہ وہ خصوصیات ہیں جو کسی تصنیف کو مستند و مؤقر اور قابلِ اعتماد بناتی ہیں۔ جب ہم امام احمد رضا کی جامع العلوم شخصیت کی نگارشات کا مطالعہ اور تجزیہ کرتے ہیں تو یہ تمام خصوصیات وہاں بدرجۂ اتم موجود پاتے ہیں۔ ذیل میں ہم اس صاحب طرز مصنف اور دورِ حاضر کے عظیم اسلامی مفکر و محقق کے اسلوب تحقیق و تحریر کی چند نمایاں خصوصیات کا جائزہ پیش کرتے ہیں جس سے قارئین کرام کو اندازہ ہو جائے گا کہ امام احمد رضا کی تحقیق و تحریر کا معیار کس قدر بلند ہے۔

۱۔ مقصدیت:

امام صاحب کی نگارشات مقصدی لٹریچر کا اعلیٰ نمونہ اور افراط و تفریط اور لایعنی باتوں سے بالکل مبرہ ہوتی ہیں۔ خواہ آپ کی اردو تصانیف ہوں، یا فارسی یا عربی کی، منثور ہوں یا منظوم۔ وہ اپنی ہر سطر اور ہر لفظ میں اپنے قاری کو کوئی نہ کوئی صالح پیغام دیتے نظر آتے ہیں۔

ان کی تحریر کا مقصد اسلامی شعائر کی حکمت و افادیت و اہمیت، اللہ عزوجل کی عظمت و بزرگی اور اس کے رسول معظم سیدِ عالم ﷺ، صحابۂ کرام، بزرگانِ دین (علیہم الرضوان) کے فضائل و مناقب کا اس اسلوب میں بیان کہ قاری کے دل میں ان کی عظمت و محبت کے ساتھ

ساتھ اسوۂ حسنہ پر عمل کی رغبت پیدا ہو، بدلتے ہوئے زمانہ اور حالات کے ساتھ دینِ اسلام پر عمل پیرا ہونے میں آسانی پیدا ہو، اور علم و حکمت اور دینِ متین کو فروغ حاصل ہو۔ حکیم محمد سعید بانی مدینۃ الحکمت و ہمدرد یونیورسٹی امام ممدوح کی تحریر کی اسی خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان کا مقصد حیات، علم و حکمت کا فروغ تھا ان کے افکار میں رفعت تھی۔ عقائد کی صحت پر کامل اور غیر متزلزل ایمان و ایقان ان کا وہ ممتاز وصف تھا جو ان کی دعوتِ تبلیغ کے ہر گوشے خاص کر تبلیغی مساعی میں نمایاں اور روشن ہوتا تھا۔ علم و حکمت کی صدہا تصانیف سے ان کی انفرادیت نمایاں ہے“ (۱۱)

امام احمد رضا کی تحریر میں اس کی مثال ملاحظہ ہو۔

وہ تعلیم کے بنیادی مقاصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اسلام کی تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔ تعلیم کا محور دین اسلام ہونا چاہیے کیونکہ ملت اسلامیہ کے ہر فرد کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کیا ہے؟ اور اس کا دین کیا ہے؟“

پھر آگے مزید تشریح فرماتے ہوئے کتنی بامقصد گفتگو فرماتے ہیں:

”تعلیم کا بنیادی مقصد خدا رسی اور رسول شناسی ہونا چاہیے تاکہ ایک عالمگیر فکر ابھر کر سامنے آئے، سائنس اور مفید علوم عقلیہ کی تحصیل میں مضائقہ نہیں مگر ہیئت اشیاء کی معرفت سے زیادہ خالقِ اشیاء کی معرفت ضروری ہے۔ ابتدائی سطح پر رسولِ اکرم ﷺ کی محبت کے ساتھ ساتھ آل و اصحاب اور اولیاء و علماء کی محبت و عظمت دل میں پیدا کی جائے“ (۱۲)

۲-احتیاط اور تدبر:

امام احمد رضا لفظوں کے انتخاب اور جملوں کے استعمال میں نہایت محتاط ہیں۔ ان کی نگارشات احتیاط، تدبر اور توازن کا مرقع ہیں۔ انہوں نے فتویٰ نویسی میں بھی بڑی احتیاط اور تدبر کا مظاہرہ کیا ہے۔ جس کا اعتراف ان کے وقت کے جید معمر علماء نے بھی کیا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی کے پاس ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء گائے کی قربانی کے سلسلے میں متعدد سوالات پر مشتمل ایک استفتاء آیا۔ جو بظاہر مسلمان کے پردے میں ہندوؤں کا استفتا تھا۔ امام صاحب نے اس کا مفصل ومحقق جواب دیا اور لکھا:

''ہنود کی بے جاہٹ رکھنے کیلئے یک قلم اس رسم کو اٹھا دینا ہرگز جائز نہیں''

امام احمد رضا کے اس فتویٰ پر علمائے رامپور نے جن میں علامہ شبلی نعمانی صاحب کے استاذ مولانا ارشاد حسین رامپوری (م ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) بھی شامل تھے، بھی اپنی تصدیقات ثبت کیں، مولانا ارشاد حسین صاحب نے دستخط کرتے وقت جو تبصرہ تحریر فرمایا وہ قابل غور ہے:

الناقد بصیر (پرکھنے والا آنکھیں رکھتا ہے)

یعنی مولانا ارشاد حسین نے فرمایا کہ فاضل نوجوان مفتی احمد رضا خان نے مستقبل پر نظر رکھتے ہوئے مستفتی کی اصل منشاء و مدعا کو سامنے رکھ کر فیصلہ صادر کیا ہے (۱۳)۔

امام احمد رضا ایک بالغ النظر مجدد کی طرح عوام کی ضروریات، مزاج، رواج اور زمانہ وحالات اور دیگر عوامل کو مدنظر رکھتے ہوئے تحقیق اور غور وفکر کے بعد کوئی فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ احتیاط کی ایک اور مثال ملاحظہ ہوں۔

۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء میں آپ کے پاس انگلستان سے برآمدہ ''شکر'' کے استعمال کے بارے میں ایک استفتاء آیا۔ امام احمد رضا کے جواب سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رضا سے رجوع سے قبل دیگر علماء ومفتیان کرام سے مسئلہ پوچھا جا چکا تھا اور انہوں نے اس کے استعمال کو ناجائز قرار دیکر عام مسلمان کو جو اس شکر کو استعمال کر رہے تھے گنہگار ٹھہرایا۔ محدث بریلوی علیہ الرحمۃ

نے اس شکر کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہوئے تحریر کیا:

''فقیر غفرلہ اللہ تعالیٰ نے آج تک اس شکر کی صورت دیکھی، نہ کبھی منگائی، نہ آگے منگائے جانے کا قصد، مگر بایں ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا، نہ جو مسلمان استعمال کریں انہیں آثم جانتا ہے، نہ تورع و احتیاط کا نام بدنام کرکے مومنین پر طعن کرے نہ اپنے نفس مہین رذیل کیلئے ان پر ترفع وتعلی روا رکھے''۔(۱۴)

امام احمد رضا کی انہی خصوصیات کی بنیاد پر علامہ اقبال فرماتے ہیں:

''مولانا (احمد رضا خاں) ایک مرتبہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں، یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور وفکر کے بعد کرتے ہیں۔ انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی'' (۱۵)

۳-مسئلہ کی جزئیات پر عبور:

امام احمد رضا جس مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں خواہ اس کا تعلق علوم نقلیہ سے ہو یا علوم عقلیہ سے یا ان دونوں کی کسی فرع سے، وہ اس کی جزئیات واصول پر کامل عبور رکھنے کا ثبوت دیتے ہوئے نہایت ہی تحقیق وتدقیق کے ساتھ اس کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں اور قاری کو اپنے افادات وافاضات سے متحیر کر دیتے ہیں، ان کے ہم عصر مخالف وموافق تمام علماء نے ان کے اس خصوصی وصف کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ علامہ حکیم عبدالحی لکھنوی (والد ماجد مولوی ابو الحسن ندوی، مہتمم ندوۃ العلماء) لکھتے ہیں:

''یندر نظیرہٗ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی و جزئیاتہ'' (۱۶)

''فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر ان کو جو عبور حاصل ہے، اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے''

امام صاحب کی نگارشات سے اس خصوصیت کی بے شمار مثالیں دی جا سکتی ہیں، لیکن

ہم یہاں پر صرف چار مثالیں مختصراً بیان کریں گے:

۱.........اس سوال پر کہ کس پانی سے وضو جائز ہے اور کس سے نہیں؟ آپ نے اس کے جواب اور مسئلہ کی تفہیم کے لیئے ایک مبسوط مقالہ تحریر کیا جس میں آپ نے وہ پانی جس سے وضو جائز ہے اس کی ایک سو ساٹھ (۱۶۰) قسمیں بیان کیں (۱۷)۔ اور وہ پانی جس سے وضو نا جائز ہے اس کی ایک سو چھالیس (۱۴۶) قسمیں بیان کیں (۱۸)۔ اسی طرح پانی کے استعمال سے عجز کی ایک سو پچھتر (۱۷۵) صورتیں بیان کیں اور اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بعنوان ''سمح الندٰی فیما یورث العجز عن الماء'' رکھا (۱۹)۔

۲.........اسی طرح دوسری مثال تیمم کے مسئلہ کی ہے جس میں امام ممدوح نے فقہ کی جزئیات پر نہ صرف دسترسِ کامل کا ثبوت دیا ہے بلکہ اپنی بیش بہا تحقیقات میں جدید سائنسی اور ریاضیاتی علوم پر اپنی کمال مہارت کے نمونے پیش فرمائے ہیں۔ جنس وارض سے وہ اشیاء جن سے تیمم جائز ہے ان کی ایک سو اکیاسی (۱۸۱) قسمیں بیان کیں (۲۰)۔ چوہتر (۷۴) تو وہ منصوصات ہیں جو دیگر کتب فقہ سے یکجا کیں اور ایک سو سات (۱۰۷) اپنی مزیدات (اضافی تحقیقات) اسی طرح وہ اشیاء جن سے تیمم جائز نہیں ان کی ایک سو تین (۱۰۳) قسمیں بیان فرمائیں (۲۱)۔ اٹھاون (۵۸) منصوصات اور بہتر (۷۲) زیادات۔ امام احمد رضا نے ان مسائل کے بیان کے دوران پانی کا جو کیمیائی تجزیہ بیان کیا ہے اور زمین چٹانوں، معدنیات اور سمندر کے اندر پائے جانے والے پتھروں کا جس طرح سے تفصیلاً ذکر کیا ہے، جدید سائنسداں بھی اس تحقیق پر حیران ہیں۔

۳.........تیمم کے سلسلے میں ایک مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص تیمم سے نماز پڑھ رہا ہو اور قبل نماز کے فوراً بعد معلوم ہوا کہ پانی مل رہا ہے پانی حاصل کرنے میں رکاوٹ نہیں ہے تو ایسے شخص کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟ نماز ہوتی یا نہیں تو فقہائے کرام نے اس مسئلہ کے حل میں بڑی لمبی بحثیں کی ہیں۔ دلائل و براہین کا ہجوم نظر آتا ہے۔ لیکن یہ ساری بحثیں نظم وضبط سے خالی تھیں۔

امام احمد رضا نے سارے مباحث کے انتشار کو اس طرح دور فرما کر منظم شکل دی کہ پہلے آپ نے ان علماء کی کتابوں سے تین قوانین وضع کیے پھر ان قوانین پر فقہی دلیل کے اعتبار

سے پائی جانے والی کمزوریوں پر مفصل کلام کیا اس کے بعد مسئلہ تیمم کے صرف ایک جزئیہ پر قانون رضوی کے نام سے ایک نیا قانون ایجاد کیا اور یہ کمال بھی مخفی نہ رہے کہ اس ایک جزئیہ پر آپ نے چار سو چھبیس اقسام بیان کیں اور ان اقسام کو انیس قاعدوں کے تحت ترتیب دے کر ایک حتمی منظم شکل امت مسلمہ کے سامنے پیش کر دیا۔ (۲۲)

۴.........امام احمد رضا کی فقہی بصیرت اور فکر ونظر پر اس بیان سے بھی بڑی حد تک روشنی پڑتی ہے کہ اسراف فی الوضوء کے مسئلہ پر فقہا کا بظاہر بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ علامہ حلبی نے غنیۃ میں اور علامہ طحطاوی نے شرح درمختار میں بغیر سبب پانی صرف کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ مدقق علائی نے مکروہ تحریمی کا قول کیا ہے۔ صاحب بحر الرائق نے مکروہ تنزیہی بتایا ہے۔ جب کہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں خلاف اولیٰ ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا ہے۔ ان اقوال کو پڑھنے کے بعد عام لوگوں کے ذہن میں اضطرابی کیفیت پیدا ہوتی تھی کہ ایک مسئلہ پر جب مختلف اقوال ہیں تو آخر کس قول پر عمل کیا جائے؟ جب یہ اقوال جدا جدا پائے جاتے تھے اور تطبیق بین الاقوال کے لیئے کوئی صورت یہاں موجود نہ تھی تو امام احمد رضا نے چاروں اقوال کے الگ الگ محل ظاہر کیئے اور تطبیق دے کر بظاہر نظر آنے والے تضاد کو اس طرح رفع کیا کہ اگر سنت سمجھ کر پانی کو زیادہ خرچ کیا جائے اور پانی کا ضیاع بھی ہو تو یہ حرام ہے۔ اگر سنت سمجھے بغیر پانی زیادہ خرچ کیا جائے اور پانی کا ضیاء ہو تو یہ مکروہ تحریکی ہے۔ اگر پانی کا ضیاء نہ ہو لیکن پانی ضرورت سے زیادہ خرچ ہو جائے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اور اگر پانی کا ضیاع بھی نہ ہو عادت بھی نہ ہو مگر اتفاقاً زیادہ خرچ ہو جائے تو یہ خلاف اولیٰ ہے۔

۴.........غیر معمولی مہارت، دقتِ نظر اور تعمق:

امام احمد رضا محدث بریلوی کے اسلوب تحریر کی ایک اہم خصوصیت مختلف علومِ قدیمہ و جدیدہ میں (جن کی تعداد جدید تحقیق کے مطابق ۲۰۰ ربھی زیادہ ہے (۲۳)) ان کی غیر معمولی مہارت ہے۔ امام احمد رضا کی تصانیف میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں، مثلاً علمِ فقہ میں آپ کی غیر معمولی مہارت اور دقت نظری کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

تنویر الابصار، متن در مختار میں ہے کہ کسی شہر میں اسلامی حاکم نہ ہو تو
وہاں کے باشندگان کسی قابل اعتماد آدمی کے قول پر روزہ رکھیں،
علامہ طحطاوی اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں نہ تو وہاں قاضی
ہو نہ حاکم۔ (بحوالہ فتاویٰ ہندیہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں اس پر ارقام فرماتے ہیں:

''جہاں حاکم نہ ہو وہاں علماء حکمراں ہیں اور مسلمانوں پر واجب ہے
کہ ان کی طرف رجوع کریں اور ان کا حکم مانیں، اگر علماء زیادہ
ہوں تو جو ان میں زیادہ علم والا ہو وہی والی ہوگا اور اگر سب علم میں
برابر ہیں تو قرعہ اندازی کی جائے گی، جس کا نام آئے گا اس کو مانا
جائے گا، اس مسئلہ کی صراحت الحدیقة الندیة (مصنفہ، علامہ
عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ) میں موجود ہے''

اب اعلیٰ حضرت کی علم فقہ میں مہارت اور دقت نظری ملاحظہ ہو:
تنویر الابصار چونکہ متن ہے اس لئے اس پر اختصاراً حاکم کا ذکر فرمایا جس میں ضمناً وہ لوگ بھی
آگئے جو بجائے حاکم مانے جاتے ہیں مثلاً قاضی اور عالمِ دین اور جب یہ دونوں بھی نہ ہوں تو
بستی کے قابل اعتماد دیندار شخص کی بات پر (فیصلہ) ہوگا۔ مسلمانوں پر اس کی اتباع لازم ہوگی
تاکہ ان کی اجتماعیت نہ ٹوٹنے پائے کیونکہ اتحاد و اتفاق ہی زندگی کا نام ہے اور اختلاف موت
ہے، علامہ طحطاوی نے حاکم کے علاوہ قاضی کا بھی ذکر کیا جبکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس کی
پوری تفصیل کرتے ہوئے علمائے دین کو بھی حاکم قرار دیا اس ضمن میں یقیناً آیۂ کریمہ 'اُولی
الامر منکم'' کی تفسیر بھی پیش نظر ہوگی، پھر ''الحدیقہ الندیہ'' کے حوالے سے اسے مؤید
بھی کر دیا۔ مسئلہ مسئولہ کے بیان کے علاوہ آپنے فقہ کے اس جزیہ سے عامۃ المسلمین کو ایک کلیہ
بھی دیا کہ اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کسی شہر یا ملک میں حاکم، سلطان، بادشاہ ناپید یا

معزول ہو جائے اور مسلمانوں کا کوئی پُرسانِ حال نہ ہو تو مسلمانوں کی یکجہتی، قوت اور اقتدار اعلیٰ
کی حفاظت کی خاطر علماء میں سے کسی قابل ترین شخص کو فوری طور پر سربراہ مقرر کر لیا جائے تو
افراتفری، فساد اور انتشار سے بچا جاسکتا ہے(۲۵)
علوم فقہ اور حدیث میں اس غیر معمولی مہارت کی وجہ سے امام احمد رضا مرجع خلائق
تھے۔ آپ کے دارالافتاء میں پاک و ہند کے علاوہ افغانستان، امریکہ، افریقہ، چین اور عرب
ممالک سے ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو استفتاء جمع ہو جایا کرتے تھے (۲۶)۔ آپ کے
زمانے میں شاید ہی کوئی دارالافتاء عالم اسلام میں ہو جہاں اس کثرت سے فتوے آتے ہوں (۲۷)
اسی طرح علوم عقلیہ ہیئت ہو یا ہندسہ، علم مثلثِ کروی ہو یا مسطحی، ارثھمیٹک ہو یا
الجبراء، زیچ ہو یا تکسیر، کوئی صنف آپ کی تحقیق و تدقیق اور تحریر و تنقیح سے محروم نہیں۔ مثال کے طور
پر آپ کی ایک کتاب ''کشف العلة عن سمت القبلة'' ۱۳۳۲ھ۔ یہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے سمت
قبلہ دریافت کرنے کیلئے دس قواعد اور اس کے حسابات پر مشتمل ہے۔ اس کے متعلق ماہر علومِ
ریاضی فاضل نوجوان علامہ مفتی قاضی شہید عالم استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف رقم طراز
ہیں:

''اس عنوان پر اب تک جتنی کتب یا مضامین لکھے گئے ان میں سب
سے زیادہ تفصیلی، آسان، تحقیقی اور تمام روئے زمین کے لئے جامع
مجدد اعظم احمد رضا قدس سرہ العزیز کی یہی معرکۃ الآراء تصنیف ہے
، امام احمد رضا نے پوری دنیا کی سمتِ قبلہ دریافت کرنے کیلئے
قاعدے خود ایجاد کیئے ہیں''۔

مزید تحریر کرتے ہیں:

''قواعد علم مُثلثِ کروی (Spherical
Trignometry) کے فارمولوں پر مبنی ہیں اور تحقیق و تسہیل کے
پیش نظر شکلِ مغنی و شکلِ ظلی دونوں سے کام لیا ہے۔ مطلوب کو ثابت

کرنے کیلئے جو فارمولے خود ایجاد کیئے ہیں ان کو مثلث کروی کے
مسلمہ اصولوں کے ذریعہ اس طرح ثابت کردیا ہے کہ کسی کے لئے
شک وریب کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی'' (۲۸)

۵-قول فیصل کا صدور:

امام احمد رضا مفتی کی اہلیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''والمراد بالاھلیة ھھنا ان یکون عارفاً ممیزا
بین الاقاویل له قدرة علی ترجیح بعضها
علیٰ بعض'' (۲۹)

یعنی مفتی کیلئے یہی کافی نہیں کہ وہ مختلف اقوال کو نقل کردے بلکہ اس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مختلف اقوال میں تمیز کر کے ایک کو دوسرے پر ترجیح دے سکے اور قولِ فیصل صادر کر سکے۔

امام احمد رضا کے فتاویٰ میں حتیٰ کہ اوائل عمر کے فتاویٰ میں بھی یہ خوبی موجود ہے۔ مثلاً گز کی شرعی تحقیق پر ابتدائی عمر کا ایک فتویٰ جس میں ائمہ کرام کے تین (۳) اقوال بیان کیئے پھر قول اول کی تائید میں ۱۳؍کتب فقہ کے ۲۲؍حوالے پیش کیئے اور اس کے بعد ''اقول'' کہہ کر ایک قول کو ترجیح دے کر قولِ فیصل صادر کیا۔ (۳۰)

لفظ ''اقول'' (میں کہتا ہوں) سے اعلیٰ حضرت کے فقیہانہ اور مجتہدانہ طنطنے (شان) کا اظہار ہوتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

وانا اعرف حیث یحل للمقلد ان یقول اقول، (۳۱)

''میں خوب جانتا ہوں کہ مقلد کیلئے کب روا ہوتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں کہتا ہوں''

چنانچہ فتاویٰ رضویہ ج ۱ (قدیم) میں ۱۱۴ فتاویٰ اور ۲۸؍رسائل ہیں ان میں امام احمد رضا کی تحقیق اور قولِ فیصل کی تعداد لفظ ''اقول'' سے تین ہزار پانچ سو چھتیس (۳۵۳۶)

ہے (۳۲)۔

۶-للّٰہیت:

امام احمد رضا نے جس چیز کو اپنا معیارِ زندگی بنایا وہ سید عالم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے۔ اسوۂ حسنہ کی شان یہ ہے کہ اس میں فرصت کے لمحات نہیں کیونکہ ایک مومن کا ہر لمحہ اقامتِ دین، تزکیۂ نفس، تعلیم وحکمت اور رضائے محبوب میں بسر ہوتا ہے۔ اخلاص اور للّٰہیت ان کے گفتار و کردار کی طرح ان کی تحریر کے اسلوب سے بھی نمایاں ہے۔ اعلیٰ حضرت، حصولِ تعلیم کا مقصد خدا رسی اور رسول شناسی کو قرار دیتے ہوئے اس امر کی مخالفت کرتے ہیں کہ علم وخدمت دین کو حصولِ زر کا ذریعہ بنایا جائے، وہ فرماتے ہیں:

''رزق علم میں نہیں وہ تو رزاق مطلق کے پاس ہے، وہ خود بندوں کا کفیل ہے'' (۳۳)

ان کے نزدیک تعلیم وتعلّم، درس وتدریس، فتویٰ نویسی اور تحریر وتصنیف کا اصل اعظم دین متین کا حصول، اس پر عمل اور اس کی خدمت ہے (۳۴) وہ مسند افتاء پر اپنے آبائے کرام کی سو سالہ مسند نشینی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس نو کم سو برس میں کتنے ہزار فتوے لکھے گئے، بارہ مجلدات تو صرف اس فقیر کے فتاویٰ کے ہیں، بحمد اللہ تعالیٰ یہاں کبھی ایک پیسہ نہیں لیا گیا، نہ لیا جائے گا، بعونه تعالى وله الحمد، معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست فطرت، دنی ہمت ہیں جنہوں نے یہ صیغۂ کسب اختیار کر رکھا ہے۔ جس کی باعث دور دور کے ناواقف مسلمان پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی؟

بھائیو!

مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

''میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو سارے جہان کے پروردگار پر ہے'' (۳۵)

۷-مخاطب کی استعداد علمی اور سطح فہم کا ادراک:

محدث بریلوی کی تحریر کی ایک نمایاں خصوصیات یہ بھی ہے وہ مخاطب کی استعداد علمی اور سطح فہم (I.Q Frequency) کے مطابق گفتگو کرتے ہیں۔ عامۃ المسلمین سے سادہ زبان میں مختصراً علماء سے عالمانہ اور محققانہ انداز میں۔ جس زبان اور صنفِ سخن میں مستفتی نے سوال کیا اسی زبان اور صنفِ سخن میں اس کو جواب دیا گیا۔ عربی، اردو، فارسی تینوں زبانوں میں آپ کے فتاویٰ موجود ہیں ایک فتویٰ انگریزی میں بھی ہے۔ حتیٰ کہ منظوم استفتاء کے جواب منظوم دیئے گئے (۳۶)۔ فتاویٰ رضویہ (جدید) ج-۱، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور میں ہندوستان کے اس دور کے ۵۴۱ رعلماء، مشائخ اور اسکالرز کے اسمہائے گرامی کی فہرست ہے جو اعلیٰ حضرت کے مستفتیوں میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کے مستفتیوں میں یونیورسٹی، کالج اور اسکول کے بے شمار اساتذہ بھی شامل ہیں۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے جنرل سکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے پاکستان کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے اس دور کے علماء اور اساتذۂ کرام پر تحقیقی کام کیا ہے، جن کی اعلیٰ حضرت سے کسی نہ کسی اعتبار سے روابط مراسلت تھی۔

۸-حوالوں کی کثرت:

امام احمد رضا کی تحریر کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ اس میں حوالہ جات کی کثرت ہوتی ہے۔ آپ کے اکثر فتاویٰ اعلیٰ ترین تحقیقی مقالات ہوئے ہیں جن میں ڈیڑھ ڈیڑھ سو، دو دو سو مآخذ سے بیک وقت رجوع کیا گیا ہے۔ ان کی قوتِ حافظہ حیرت انگیز اور محیر العقول تھی جس کتاب کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرتے متون مدتوں محفوظ ہو جاتے۔ (۳۷)

علالت اور وطن سے دوری کے باوجود استفتاء آپ کے پاس آتے تھے اور آپ کتب کے بغیر ان کا جواب لکھتے تھے، چنانچہ اسی قسم کے ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:

''فقیر ۲۹ رشعبان [illegible] بوجہ علالت رمضان شریف کرنے اور شدت گرما،

گزارنے پہاڑوں پر آیا ہے وطن سے مہجور اپنی کتب سے دور لہٰذا زیادہ شرح وبسط سے معذور مگر حکم مسئلہ بفضل اللہ تعالیٰ میسور'' (۳۸)

لیکن علالت اور کتب دینی کی عدم موجودگی کے باوجود جو جواب عنایت فرمایا اس میں کتب فقہ کے ۳۱ حوالے موجود تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے کتابیں مستحضر تھیں۔ (۳۹)

کثرت حوالہ اور آپ کے استحضار علمی کی مثالوں میں سے ایک اور مثال ''علم رسول ﷺ پر آپ کی شاہکار عربی تصنیف ''الدولة المكية بالمادة الغيبيه'' ہے۔ یہ کتاب بھی آپ نے بحالتِ بخار، کتب دینی سے دوری، سفرِ حج میں مکہ شریف میں وہاں موجود ہندوستان کے بعض دیوبندی وہابی علماء کے الزامات کے رد میں لکھی۔ صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے کی قلیل مدت میں لکھی ہوئی یہ کتاب ۱۳۵ رصفحات پر مشتمل ہے (بموجب نسخہ مطبوعہ مؤسسہ رضا ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء، لاہور)۔ جس میں ۱۷ آیات قرآنی، ۳۷ احادیث مبارکہ کے علاوہ ۱۴۰ کتب تفسیر و حدیث، سیر، مغازی اور فتاویٰ سے سینکڑوں اقوال نقل فرمائے اور خود جو ان کی نفیس تشریح و تفسیر فصیح و بلیغ عربی میں فرمائی اس کی شان علیحدہ ہے۔ یہ کتاب حقائق و دقائقِ معارفِ قرآن و حدیث کا ایسا بحر ذخار ہے کہ اس وقت کے بے شمار علمائے حرمین شریفین اور علمائے عرب نے اس سے استفادہ کیا اور اس پر ۶۰ ر سے زیادہ جید علماء نے تقاریظ لکھیں۔ اس کتاب کی وجہ سے آپ کا علم و فضل کا شہرہ عالم اسلام میں پھیل گیا۔ (۴۰)

۹-علوم کثیرہ پر دسترس:

امام احمد رضا ایک جامع العلوم، یگانہ روزگار اور عبقری شخصیت تھے۔ آپ نے نہ صرف علوم دینیہ ہی میں بے محابانہ محققانہ اور مجتہدانہ کام کیا بلکہ علوم عقلیہ میں بھی اپنے ہم عصر علماء بلکہ بعض ماہرین فن سے کہیں زیادہ تصانیف و تالیف تحریر کر ڈالیں۔ آپ کی چھوٹی بڑی

تصانیف کی تعداد محققین نے ایک ہزار سے زیادہ بتائی ہیں، جو خود امام صاحب کی خودنوشت تحریر کے مطابق ۵۵؍ سے زیادہ علوم پر محیط ہیں اور ہر علم وفن میں انہوں نے کوئی نہ کوئی تصنیف یادگار چھوڑی ہے۔ لیکن جدید تحقیق کے مطابق امام ممدوح کے علوم کی تعداد ۲۰۰؍ سے بھی زیادہ ہے۔(۴۱)

بقول پروفیسر جمیل قلندر صاحب، (استاذ بین الاقوامی اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد):

> ''تقسیم ہند سے پہلے ہندوستان میں علامہ امام احمد رضا بریلوی دینی پلیٹ فارم پر غالباً واحد شخصیت نمودار ہوئے جنہوں نے نرے تخصص (Specialisation) کی روش سے ہٹ کر علوم و فنون کے بارے میں وہی انسائیکلوپیڈیائی (موسوعاتی) انٹر ڈسپلینری اور ھولسٹک (Holistic) رویہ اپنایا جو مشرق کے قدیم سائنسدانوں، فلسفیوں، علماء، فقہاء اور مؤرخین کا وطیرہ اور معمول رہا ہے''۔(۴۲)

کثرت علوم اور اس پر دسترس کے حوالے سے صرف ایک مثال ملاحظہ ہو، امام احمد رضا کی ۲۵؍ صفحات پر مشتمل ایک کتاب ''الصمصام علی مشکک فی آیة الارحام'' جس کا موضوع ہے حاملہ عورت کے پیٹ میں کیا ہے ذکور یا اناث۔ یہ ایک انگریز پادری کے رد میں لکھی گئی جس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ قرآن مجید کا یہ اعلان کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے، غلط ہے اس لئے کہ انگریز نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے، جس سے پتہ چل سکتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے، بچہ ہے یا بچی۔ امام احمد رضا نے اس کے دعویٰ کا جو کافی وشافی رد کیا ہے اس کی مثال نہیں، توحید کے تصور سے لبریز فاضل بریلوی کی اس تحریر کی ایک ایک سطر سے خالق کائنات کی وحدانیت کا نور پھوٹ رہا ہے اور ہر ہر کلمہ اسی کی ترجمانی کرتا نظر آرہا ہے(۴۳)۔ قطع نظر اس کے اس مختصر سے رسالے میں امام احمد رضا نے بحیثیت ایک ماہر طبیب اور استاد میڈیکل سائنس انسانی جسم کے اندرونی اعضاء کے فنکشن کی جو

تصویر کشی کی ہے وہ نہایت جامع اور حیرت انگیز ہے بلکہ مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل جزئیات کے بیان کے دوران، علوم الٰہیات، قرآن، تفسیر، حدیث، علم طب، نسخہ نویسی، طریقۂ تشخیص امراض، علم ادویات، جدید میڈیکل سائنس، علم ایجادِ آلات و ٹیکنیکل سائنس، طبعیات، جیومیٹری وغیرہ سمیت تقریباً ساٹھ (۶۰) مختلف علوم کے قضایا بیان فرمائے ہیں جو اہل علم وفن کے لیئے دعوتِ غور وفکر ہیں۔ ایک حیرت انگیز اور ششدر کرنے والی بات یہ ہے کہ کسی آلے کے ذریعہ غیر شفاف اجسام کے اندر کے زاویے معلوم کرنے کا رواج (مثلاً Veginal Specullttem سے) نہایت ابتدائی مرحلے میں تھا اور ایکسرے الٹرساؤنڈ وغیرہ ابھی ایجاد نہیں ہوئے تھے، امام احمد رضا نے اپنی طبعی ذہانت اور فطانت سے ایسے سائنسی آلہ کی تھیوری پیش فرمائی ہے جس کی کارکردگی، ایکسرے اور الٹرساؤنڈ مشین سے ملتی جلتی ہے۔ گویا امام احمد رضا آج سے تقریباً سو سال قبل ہندوستان میں اس تھیوری کے پیش کرنے والے پہلے مسلمان سائنسداں قرار پاتے ہیں''(۴۴)

۱۰- علمی نظم وضبط:

اب آیئے بحث کے اختتام پر امام احمد رضا کا رنگ اجتہاد اور علمی نظم وضبط ملاحظہ فرمایئے جس کا تعلق اصول وقواعد سے ہے۔ ان نادر تحقیقات کو دیکھنے اور ان گہرائی و گیرائی کا جائزہ لینے کے بعد یہ کہنا پڑتا ہے۔

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

احکام شرعیہ کی تقسیم میں علمائے اصولیین اور فقہائے معتمدین کے چار اقوال ملتے ہیں:

قول اول:- احکام شرعیہ کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱)واجب (۲)مندوب (۳)مکروہ (۴)حرام (۵)مباح

قول ثانی:- احکام شرعیہ کی سات قسمیں ہیں:

(۱)فرض (۲)واجب (۳)مندوب (۴)مباح (۵)حرام (۶)مکروہ تحریمی (۷)مکروہ تنزیہی

ان دونوں اقوال کا ذکر کتب اصول میں بکثرت ملتا ہے۔ صاحب مسلم الثبوت نے بھی ان دونوں کو ذکر کیا ہے۔

قول ثالث:۔ بعض حضرات نے قدرے تبدیلی کے ساتھ ساتوں قسموں کو یوں بیان فرمایا:

(۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت
(۴) نفل (۵) حرام (۶) مکروہ (۷) مباح

صدر الشریعہ نے تنقیح میں اسی کو رکھا اور ''مرقاۃ الوصول'' میں مولیٰ خسرو نے اور ''فصول البدائع'' میں شمس الدین محمد ابن حمزہ فناری نے ان کی پیروی کی۔

قول رابع:۔ احکام شرعیہ کی نو قسمیں ہیں:

(۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت ھدیٰ (سنت مؤکدہ)
(۴) سنت زائدہ، (غیر مؤکدہ) (۵) نفل (۶) حرام
(۷) مکروہ تحریمی (۸) مکروہ تنزیہی (۹) مباح

صاحب فصول البدائع علامہ شمس الدین محمد ابن حمزہ فناری نے اپنے کلام کے آخر میں اسے صراحۃً ذکر کیا اور صدر الشریعہ نے توضیح میں اس کا اشارہ دیا۔ (۴۵)

مذکورہ بالا چاروں تقسیم میں سے ہر ایک میں اصولی نظم وضبط کے اعتبار سے کچھ نہ کچھ کمی یا خلل موجود ہے۔ چنانچہ اس کی نشاندہی کرتے ہوئے امام احمد رضا رقم طراز ہیں:

''اقول، تقسیمِ اول میں کمالِ اجمال اور مذہب شافعی سے الیق ہونے کے علاوہ صحتِ مقابلہ اس پر مبنی کہ ہر مندوب کا ترک مکروہ ہو، وقد علمت انه خلاف التحقیق، نیز سنت ومندوب میں فرق نہ کرنا مذہب حنفی وشافعی کسی کے مطابق نہیں۔ یہی دونوں کمی تقسیم دوم میں بھی ہیں۔ سوم وچہارم میں عدم مقابلہ بدیہی کہ سوم میں جانبِ فعل چار چیزیں ہیں اور جانب ترک دو، چہارم میں جانبِ فعل پانچ ہیں اور جانبِ ترک تین، پھر جانب ترک بسط اقسام کرکے تصحیح مقابلہ کیجئے تو اسی مقابلہ نفل وکراہت سے چارہ نہیں۔ مگر بتوفیق اللہ تعالیٰ تحقیق فقیر

سب خللوں سے پاک ہے، اس نے ظاہر کیا کہ بلکہ احکام گیارہ ہیں۔ پانچ جانب فعل میں متنازلاً، فرض، واجب، سنت مؤکدہ، غیر مؤکدہ، مستحب، اور پانچ جانب ترک میں متصاعداً، خلاف اولیٰ، مکروہ تنزیہی، اساءت، مکروہ تحریمی، حرام۔ جن میں میزانِ مقابلہ اپنے کمالِ اعتدال پر ہے کہ ہر ایک اپنے نظیر کا مقابل ہے اور سب کے بیچ میں گیارھواں مباح خالص''۔ (۴۶)

اپنی اس نادرونایاب تحقیق کا تذکرہ اور اس پر مسرت کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

''اس تقریر منیر کو حفظ کر لیجئے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی اور ہزارہا مسائل میں کام دے گی اور صدہا عقدوں کو حل کرے گی، کلمات اس کے موافق، مخالف سب طرح کے ملیں گے، مگر بحمد اللہ تعالیٰ حق اس سے متجاوز نہیں۔ فقیر طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی، ضرور ارشاد فرماتے کہ عطر مذہب وطراز مذہب ہے والحمد للہ رب العالمین'' (۴۷)

اس تنقیح وتقریر سے معلوم ہوا کہ امام احمد رضا نے احکام شرعیہ کی کل گیارہ قسمیں نکالیں ہیں، جن میں ۵/جانب فعل اور ۵/جانب ترک جبکہ ''مباح'' دونوں میں مشترک ہے۔

(۱) فرض (۲) واجب
(۳) سنت مؤکدہ (۴) سنت غیر مؤکدہ
(۵) مستحب (۶) خلاف اولیٰ
(۷) مکروہ تنزیہی (۸) اساءت
(۹) مکروہ تحریمی (۱۰) حرام
(۱۱) مباح

امام احمد رضا نے اس علمی ونظم وضبط کی ترتیب سمجھانے کیلئے جس جدید گرافک ٹیکنک کا استعمال کیا ہے اس کو مندرجہ ذیل نقشے سے سمجھا جاسکتا ہے:

امام احمد رضا کی نظم کردہ احکام شرعیہ کی اقسام کی نادر و نایاب تحقیق کا گرافک میزان
پانچ جانب فعل - ایک مشترک - پانچ جانب ترک

مباح (۱۱)

(۱) فرض
(۲) واجب
(۳) سنت مؤکدہ
(۴) سنتِ غیر مؤکدہ
(۵) مستحب

(DESCENDINGORDER)

(۱۰) حرام
(۹) مکروہ تحریمی
(۸) اساءت
(۷) مکروہ تنزیہی
(۶) خلاف اولیٰ

(ASCEDINGORDER)
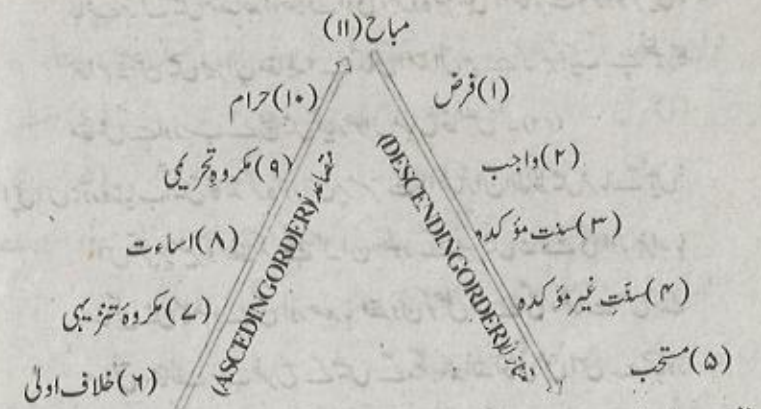
(نوٹ: ملاحظہ ہو! میزان مقابلہ اپنے کمالِ اعتدال پر ہے کہ ہر ایک اپنے نظر کا مقابل ہے اور سب کے بیچ میں گیارھواں مباحِ خالص ہے)

امام احمد رضا کے اسلوب تحقیق و تحریر کی یہ چند خصوصیات ہیں جو بیان کی گئیں۔ اگر وقت کی قلت و مضمون کی طوالت کا خوف نہ ہوتا تو مزید خصوصیات پر بھی اظہار خیال کیا جا سکتا تھا، مثلاً ان کا:

(۱) جودتِ قلم (۲) تدقیق و تحقیق
(۳) زبان و بیان کی ادبی و فنی خوبیاں (۴) سائیٹفک طرز استدلال
(۵) فکری ماڈرن ازم (۶) سرعتِ فکر،
(۷) فقاہت میں رسوخ اور مزید دیگر خصوصیات

بھی دعوتِ تحریر دیتے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ اگر زندگی رہی تو کسی اور نشست میں ان پر گفتگو ہوگی: ویسے یہ موضوع تو اس قابل ہے کہ مطالعۂ رضویات سے وابستہ کوئی محقق اس پر کئی سو صفحات کا بسیط تحقیقی مقالہ سپرد قلم کرے۔

خلاصۂ کلام:

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کو وصال کیئے ۸۲/برس سے زیادہ ہوئے۔ ابھی تک آپ کی ایک تہائی سے زیادہ تصانیف یا تو مخطوطہ کی صورت میں ہیں یا نادریافت ہیں۔ اہلِ علم و تحقیق کو چاہیے کہ اس عظیم علمی ورثہ کی قدر کریں اور امام ممدوح کی تالیفات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اپنے میدانِ علم میں تحقیق کیلئے انہیں موضوع بنائیں اور اس نابغۂ روزگار شخصیت کے افکار و خیالات اور اس کی علمی، فنی اور ادبی نگارشات کو، کالج، اسکول اور جامعہ کی سطح پر نصاب میں متعارف کروا کر مستقبل کے نوجوانوں کی تعلیم، ان کی فکری اور روحانی تربیت اور ان کی کردار سازی کے لیے ساز و سامان بہم پہنچائیں۔

امام احمد رضا ہمارے محسن ہیں بلکہ دورِ جدید کے دور پرفتن میں ہمارے رہنما اور رہبر بھی ہیں۔ محسنوں کو بھول جانا ہماری عادت ہے، لیکن زندہ قوموں کا یہ دستور نہیں، وہ اپنے محسنوں کا یاد رکھتی ہیں، ہمیں بھی یہی شیوہ اختیار کرنا چاہیے۔ اپنے محسنوں کی یاد میں صرف مجالس منعقد کر لینا کافی نہیں بلکہ ان کے ورثۂ علمی کی تشہیر و ابلاغ اور اس کی نشر و اشاعت کرنا بھی ضروری ہے تا کہ ملت کی حرکی قوت ترقی پذیر رہے اور آنے والی مسلمان نسلیں، علم و فن اور فکر و عمل کے اعتبار سے دنیا پر غالب رہیں۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی پاکستان اس محسنِ ملت کے حوالے سے گذشتہ ۲۳/برسوں سے ثابت قدمی کے ساتھ یہی خدمات انجام دے رہا ہے۔ بحمد للہ آج ادارے کی تحریک اور جدو جہد کا ثمرہ ہے کہ دنیا میں ۲۰/ سے زیادہ ادارے امام احمد رضا پر کام کر رہے ہیں اور ۳۳/ سے زیادہ عالمی جامعات پر تحقیقی کام ہوا ہے اور مزید ہو رہا ہے۔ پی۔ایچ۔ڈی، ام فل، ام۔ایڈ اور ام۔اے کے تحقیقی مقالات جس تواتر اور دل جمعی سے لکھے جا رہے ہیں اس کی مثال برصغیر پاک و ہند اور شائد عالم اسلام کی کسی دوسری شخصیت میں نظر نہیں آتی مگر پھر بھی بقول شاعر:

مصطفیٰ ﷺ کے نور کا اتمام باقی ہے ہنوز

مسلکِ احمد رضا کا کام باقی ہے ہنوز

بو جہل ہو ، بو لہب ہو کہ ہو ابن اُبی

صاحب لولاک کا اسلام باقی ہے ہنوز

(خوشتر)

لہٰذا آیئے ہم سب ملکر اس مبارک مشن پر کام کریں کیوں کہ اس کام ہی نے ہمیں زندہ رکھا ہے، یہ کام ہی ہمیں تا قیامت زندہ رکھے گا۔ (ان شاء اللہ العزیز)

کام کا دم جو بھر نہیں سکتا ‏ ‏ مرد ہی کیا جو کر نہیں سکتا

زندہ رہ کر بھی کوئی مردہ ہے ‏ ‏ کوئی مرکر بھی مر نہیں سکتا

(خوشتر)

وآخر دعونا ان الحمدلله وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا مولانا محمدواله وصحبه وبارك وسلم

حوالہ جات:

(۱) المنجد (عربی، اردو) مطبوعہ دار الاشاعت، کراچی، جولائی ۱۹۷۵ء، ص ۶۷۷

(۲) ایضاً ص ۶۷۸

(۳) علق: ۹۶: ۱ تا ۴

(۴) احمد رضا خاں، امام، فتاوی رضویہ (قدیم) ج ۱ مطبوعہ بیسلپور، انڈیا

(۵) المنجد (عربی۔اردو) دار الاشاعت، کراچی ۱۹۷۵ء، ص ۴۴۴

(۶) یٰسین ۳۶: ۶۹ تا ۷۰۔

(۷) الاحزاب ۳۳: ۷۰

(۸) التوبہ: ۹: ۱۱۹

(۹) مسلم شریف، ج ۱ مطبوعہ مصر، ص ۷۳

(۱۰) ابن عبد البر اندلسی، علامہ، العلم والعلماء (اردو ترجمہ "جامع البیان العلم وفضلہ" عربی) مترجم عبد الرزاق ملیح آبادی، مطبوعہ ادارۂ اسلامیات، انارکلی لاہور، دسمبر ۱۹۷۷ء، ص ۸۶

(۱۱) محمد سعید، حکیم، مکتوب بنام صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۸ء

(۱۲) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، فاضل بریلوی کے تعلیمی نظریات، معارف رضا سالنامہ، صد سالہ جشن دار العلوم منظر اسلام بریلی نمبر ۲۰۰۱ء، ص ۳۱

(۱۳) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ سیالکوٹ، ۱۹۸۱ء، ص ۱۷۲۔

(۱۴) احمد رضا خاں، امام، الاجلی من الشکر لطلبۃ سکر روسر، مشمولہ فتاوی رضویہ (قدیم) ج ۲، ۱۲۲ تا ۱۲۵

(۱۵) مقالات یوم رضا، حصہ ۳، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور ۱۹۷۱ء، ص ۱۰۔

(۱۶) عبد الحیٔ لکھنوی، حکیم، نزہت الخواطر، ج ۸، مطبوعہ حیدر آباد (ھند) ص ۴۱

(۱۷) احمد رضا خان، امام، فتاوی رضویہ (قدیم) ج ۱، ص ۴۵۶

(۱۸) ایضاً ص ۳۵۰، ۴۷۲، ۵۴۳

(۱۹) ایضاً ص ۶۱۱-۶۵۹

(۲۰) ایضاً ص ۴۰۷-۵۵۳

(۲۱) ایضاً ص ۶۶۸-۷۱۹

(۲۲) فتاوی رضویہ، ج ۱ (قدیم) ص ۷۸۷

(۲۳) ایضاً ص ۱۶۶

(۲۴) اسحاق رضوی، محمد، مولانا، امام احمد رضا ایک جامع العلوم شخصیت، مشمولہ معارف رضا، سالنامہ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء، ص ۷۲۔

(۲۵) محمد عبد المبین نعمانی، مفتی، امام احمد رضا کی فقہی بصیرت، مشمولہ معارف رضا سالنامہ، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء، کراچی، ص ۲۱-۲۲، فتاوی رضویہ، ج ۱، ص ۷۸۷

(۲۶) احمد رضا خاں، امام، فتاوی رضویہ (قدیم) ج ۳، ص ۲۳، فتاوی رضویہ، ج ۱، ص ۱۶۶

(۲۷) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ سیالکوٹ، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء، ص ۱۴۲

(۲۸) قاضی شہید عالم، مولانا، مفتی، امام احمد رضا اور علم ریاضی، مشمولہ معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۳ء، ص ۵۷-۵۸

(۲۹) احمد رضا خان، امام، فتاوی رضویہ (قدیم) ج ۱، ص ۳۸۱

(۳۰) ایضاً ص ۳

(۳۱) ایضاً

(٣٢) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی، مطبوعہ سیالکوٹ، ١٩٨١ء، ص ١٣٢

(٣٣) احمد رضا خاں، امام، فتاوی رضویہ (قدیم) ج ١٠، مطبوعہ بیسلپور، انڈیا، ص ٢٢

(٣٤) احمد رضا خاں، امام، مکتوب بنام لعل خاں، کلکتہ محررہ ١٩ ربیع الاول ١٣٣٩ھ، مشمولہ حیات صدر الافاضل، مطبوعہ لاہور، ص ١٥٩

(٣٥) احمد رضا خاں، امام، فتاوی رضویہ، (قدیم) ج ٣، ص ٢٣٠

(٣٦) ملاحظہ ہوں فتاوی رضویہ (قدیم) ج ٣، ص ٦٥٤ - ٦٥٥

(٣٧) ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت، ج ١، ص ١٣٨

(٣٨) احمد رضا خاں بریلوی، امام، فتاوی رضویہ (قدیم) ج ٣، ص ٤٨٥

(٣٩) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، حیات مولانا احمد رضا خاں، مطبوعہ سیالکوٹ، ١٩٨١ء، ص ١٢٥

(٤٠) ملاحظہ تقریظات الدولة المكيه بالمادة الغيبية مع تعليقاتها للمصنف الفيوضات المكيه لمحب الدولة المكيه مطبوعہ مؤسسہ رضا (رضا فاؤنڈیشن) لاہور، رمضان المبارک ١٤٢٢ھ/ نومبر ٢٠٠١ء

(٤١) محمد اسحاق رضوی، علامہ، امام احمد رضا جامع العلوم شخصیت، مشمولہ معارف رضا سالنامہ ٢٠٠٣ء، ص ٤٧

(٤٢) جمیل قلندر، پروفیسر، امام احمد رضا خاں - ایک موسوعاتی سائنسداں، مشمولہ معارف رضا سالنامہ ٢٠٠٣ء، کراچی، ص ٨٥

(٤٣) رضوان احمد خاں، علامہ، فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ بحیثیت ایک موحد، مشمولہ معارف رضا سالنامہ ٢٠٠٣ء، ص ٥٥

(٤٤) احمد رضا خاں، امام، اَلصِّمْصَام علیٰ مُشَکِّکٍ فِیْ آیَةِ عُلُوْمِ الْاَرْحَام، (اردو عنوان: شکم مادر میں کیا ہے) مطبوعہ رضا اکیڈیمی ممبئی، انڈیا، ١٤٢١ھ/ ١٩٩٩ء، ص ١٠

(٤٥) آل مصطفیٰ مصباحی، فقہی عبارت پر امام احمد رضا کا کلام اور ان کی تحقیق و تنقیح، مشمولہ ''پیغام رضا'' کا امام احمد رضا نمبر، ١٩٩٧ء، ناشر رضا دار المطالعہ، پوکھیرا، سیتامڑھی، بہار، ص ١٦١ تا ١٦٢۔

(٤٦) احمد رضا، امام فتاوی رضویہ، ج ١ (قدیم) ص ١٧٥، بحوالہ پیغام رضا کا امام احمد رضا نمبر ١٩٩٧ء، ص ١٦٣

(٤٧) ایضاً

☆☆☆

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ

بیجا سے ہے اَلْمِنَّۃُ لِلّٰہ محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

یعنی رہے آداب شریعت ملحوظ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت عاشق رسول

شاہ احمد رضا محدث بریلوی